شرح الکافیہ فی التصوّف

از

میر عبدالواحد بلگرامی

مع

مکتوب میر عبدالواحد بخدمت شیخ الہ داد در باب سماع

بہ تقدمہ و تصحیح محمد عبدالرشید نعمانی

نوادر

شرح الکافیہ فی التصوف از میر عبدالواحد بلگرامی

پیش لفظ

شاہجہاں نے جو اپنے زمانہ میں یہ کہا تھا کہ "پورب شیراز مملکت ما است" سو بالکل صحیح کہا تھا۔ اس زمانہ میں علم و فضل کے لحاظ سے ہندوستان میں پورب کا خطہ شیراز کی ہمسری کرتا تھا۔ بلگرام پورب کا ایک مردم خیز قصبہ ہے جس کی خاک سے بڑے بڑے صاحبان فضل و کمال پیدا ہوئے۔ علامہ سید غلام علی آزاد بلگرامی نے مشائخ و فضلاء بلگرام کے حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ جس کا نام ہے "مآثر الکرام تاریخ بلگرام"۔ یہ کتاب دو فصلوں پر مشتمل ہے۔ پہلی میں صوفیائے کرام کے حالات ہیں اور دوسری میں علماء عظام کے۔ مآثر الکرام ۱۳۲۸ھ میں مفید عام پریس آگرہ سے طبع ہو کر شائع ہو چکی ہے۔

صاحب کمالان بلگرام میں ایک بزرگ گزرے ہیں میر عبدالواحد بن سید ابراہیم بن سید قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے عہد کے بہت بڑے صوفی اور صاحب علم تھے۔ موصوف نے علم تصوف میں بہت سی بیش بہا تصانیف یادگار چھوڑی ہیں۔ آج سے آٹھ دس سال قبل کی بات ہے کہ کراچی میں ایک کتب فروش کی دکان پر چھوٹی تقطیع کا ایک مخطوطہ ملا جس پر تحریر تھا رسالہ مرج البحرین' ساتھ ہی کچھ اور رسائل بھی مجلد تھے۔ 'مرج البحرین و جامع الطریقین' حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی مایۂ ناز تصنیف ہے جس کا تعارف خود مصنف ہی کی زبان سے سننے کے لائق ہے فرماتے ہیں:

"ایں رسالہ ایست مسمی 'بمرج البحرین و جامع الطریقین' جامع طریقہ فقہ و تصوف و شریعت و طریقت و ظاہر و باطن و صورت و معنی و قشر و لب و علم و حال و صحو و سکر و مذہب و مشرب و عقل و عشق اگر آں را صراط مستقیم و طریق قویم نام کنند جائز باشد و اگر دین خالص و سبیل اسلم لقبش نہند روا بود، و دعوت حق و منہج رشاد گویند درست افتد، و میزان عدل و دستور العمل گردانند راست آید۔ متفقہ را از انکار مشرب تصوف باز دارد و متصوف را در دائرہ مذہب فقہ

درآرد و مستفید نگردد بودے مگر فقیہ محب متشرف احوال و صوفی محقق مفید باعمال، و محروم بود ازوے ہر متعسف متعصب عنید و متصوف متوغل بعید۔ مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان (مقدمہ مرج البحرین)۔

مرج البحرین کا ایک نفیس مخطوطہ برادر عزیز مولوی محمد عبدالحلیم چشتی سلمہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھی موجود تھا جس کو وہ ہندوستان سے اپنے ساتھ لائے تھے اور میں ہمیشہ اسے رشک کی نگاہ سے دیکھا کرتا تھا۔ اس وقت جو اس کتاب کا یہ دوسرا مخطوطہ نظر سے گزرا۔ غنیمت غیر مترقبہ سمجھ کر فوراً اسے ہاتھوں ہاتھ خرید لیا۔ گھر آکر اس مجموعہ کا جائزہ لیا تو اس میں بعض اور نادر چیزیں بھی ملیں۔ جن میں ایک رسالہ "عقل کل" ہے جو شاہ غریب ولد شاہ نصرت قادری کی تصنیف ہے۔ اور جس میں بعض حقائق تصوف کی تفصیل ہے۔ اور دوسرا رسالہ یہی شرح کافیہ ہے۔ جو علامہ عبدالواحد بلگرامی کی ذہانت و طباعی کا شاہکار ہے۔

'الکافیۃ فی النحو' فن نحو میں علامہ جمال الدین ابو عمرو عثمان بن عمر المعروف بابن الحاجب المالکی النحوی المتوفی ۶۴۶ھ کا مشہور متن ہے جو کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ یہ کتاب عہد مصنف سے لے کر آج تک برابر داخل درس ہے۔ اس پر سینکڑوں شرحیں لکھی گئی ہیں۔ اور ہر دور کے مصنفوں نے اس پر طرح طرح سے طبع آزمائی کی ہے۔ ان شروح میں ملا جامی کی شرح زبان زد خاص و عام ہے۔ علامہ عبدالواحد بلگرامی بھی اس متن کے شارحین میں شامل ہیں لیکن ان کی افتاد طبع نے اس بارے میں ایک نئی راہ نکالی ہے جو شارحین کافیہ میں سے کسی کو آج تک نہ سوجھی تھی[1]۔ یعنی متن نحو سے تصوف کے مسائل کا استخراج کیا ہے اور ان کی اس شرح کو دیکھ کر یوں معلوم ہوتا ہے کہ گویا ابن حاجب کی کتاب فن نحو کا متن نہیں بلکہ علم تصوف کا خلاصہ ہے جس کو فاضل شارح اپنے زور بیان سے مفصل و مدلل کرتے چلے جا رہے ہیں۔ یہ وہ بات ہے جو خود مصنف کتاب شیخ ابن الحاجب کے حاشیہ خیال میں بھی نہ آئی ہوگی۔ علامہ بلگرامی کی یہ کارگزاری زور طباعی کے لحاظ سے کسی طرح بھی فیضی کی تفسیر بے نقط سے کم نہیں ہے۔ بھلا نحو کے مسائل سے تصوف کے مسائل کا نکالنا کوئی آسان کام ہے! یہ خدمت صرف وہی شخص انجام دے سکتا ہے جس کو قدرت نے غیر معمولی

---

(۱) آزاد بلگرامی نے اس سلسلہ میں دو شخصوں کی اور نشاندہی کی ہے جو اس بارے میں میر عبدالواحد کے ہم عناں ہیں۔ ایک میر ابو البقاء اور دوسرے ملا موہن بہاری لیکن ان دونوں بزرگوں نے صرف غیر منصرف کی بحث تک اس موضوع پر قلم اٹھایا ہے۔ میر ابو البقاء نے عربی میں شرح لکھی ہے اور ملا موہن نے فارسی میں۔ میر ابو البقاء میر موصوف کے معاصر ہیں اور ملا موہن کا زمانہ ان کے بعد کا ہے۔

طباعی اور ذہانت سے نوازا ہو۔

تیسری چیز جو اس مجموعہ میں ملی وہ ان ہی علامہ عبدالواحد بلگرامی کا وہ مکتوب ہے جو مسئلہ سماع میں انھوں نے اپنے ایک معاصر عالم شیخ الہ داد مفتی ساکن خطہ لکھنو کو لکھا تھا۔ علامہ بلگرامی نے مفتی صاحب کو جس انداز میں خطاب کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان کی جلالت علمی کے غیر معمولی معترف تھے۔ یہ مکتوب لائق مطالعہ ہے۔ ضروری نہیں کہ مسئلہ سماع میں علامہ بلگرامی سے اتفاق کیا جائے لیکن اختلافی مسائل میں علامہ کا جو انداز خطاب ہے وہ لائق اتباع ہے۔ اگر ہمارے زمانہ کے علماء بھی اختلافی مسائل پر اسی انداز سے قلم اٹھائیں تو کوئی وجہ نہیں کہ آپس میں اس ناگواری کا مظاہرہ ہو جس سے آج کل ہم دوچار ہیں۔

ہم نے علامہ بلگرامی کے ان دونوں نوادر کو وقف عام کرنے کے لیے یہ مناسب سمجھا کہ ان کو "مجلۃ الجامعۃ" میں شائع کر دیا جائے۔ میں جب کراچی سے بہاولپور آیا تھا تو یہ مخطوطہ بالکل صحیح سالم حالت میں تھا لیکن اب جو کراچی سے منگوا کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ 'شرح الکافیہ' کی عبارت بعض مقامات پر کرم کتابی کی نذر ہو چکی ہے۔ یہ دیکھ کر بڑا افسوس ہوا کہ

ہمیں ورق کہ سیہ گشت مدعا اینجاست

مگر مشیت ایزدی میں کیا چارہ۔ رضینا بقضاء اللہ۔ بلکہ اس سے اشاعت کے خیال کو اور تقویت پہنچی کہ ابھی تو اس کا صرف ایک آدھ فقرہ یا ایک آدھ لفظ ہی ضائع ہوا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ پورا مخطوطہ ہی حوادث کی نذر ہو جائے، اور پھر اس کے ضیاع پر کف افسوس ملنا پڑے۔ ہمیں معلوم نہیں کہ اس شرح الکافیہ کا کوئی اور مخطوطہ بھی کسی کتب خانہ میں محفوظ ہے یا نہیں۔ اگر کسی صاحب کو اس کے دوسرے نسخے پر اطلاع ہو تو وہ براہ کرم اس خلا کو پُر کر دیں جو کرم کتابی کے اس ظلم کی بدولت پیدا ہوا ہے۔ ہم نے ان تمام مقامات پر جہاں شرح کافیہ میں کوئی عبارت پڑھی نہ جا سکی بیاض چھوڑ دی ہے اور حاشیہ پر اس کی نشاندہی کر دی ہے کہ یہ عبارت یہاں پڑھی نہ جا سکی۔

یہ واضح رہے کہ علامہ بلگرامی نے شرح کافیہ صرف بحث مرفوعات تک لکھی ہے۔ یہ بھی پورے متن کی شرح نہیں بلکہ تعلیق بالقول ہے۔

علامہ عبدالواحد بلگرامی کی شخصیت اگرچہ علماء ہندوستان میں مشہور و معروف رہی ہے۔ اور بہت سے مصنفین نے ان کا تذکرہ لکھا ہے لیکن علامہ غلام علی آزاد بلگرامی نے جس تفصیل سے ان کا تذکرہ اپنی کتاب 'مآثر الکرام' میں قلمبند کیا ہے اس طرح کسی نے بھی نہیں کیا۔ اور دراصل یہ حق بھی ان ہی کا تھا کہ عربی کی مشہور مثل ہے "صاحب البیت ادریٰ بما فیہ" (گھر والا ہی گھر کا حال خوب جانتا ہے)۔ لہذا آزاد نے جو کچھ

لکھا ہے ہم اسے بلاکم و کاست ذیل میں درج کیے دیتے ہیں :

"میر عبدالواحد بن سید ابراہیم بن سید قطب الدین بن سید ماہرو بن سید شاہ بڈھہ مذکور قدس اللہ اسرارہم قطب فلک ولایت و مرکز دائرہ ہدایت بود۔ صاحب آیات ظاہرہ و کرامات باہرہ از اجداد ایشاں سید ماہرو بعلاقہ حکومت از بلگرام بہ قصبہ سرہ رفت و در آنجا رحل اقامت افگند و سرہ مع بست و چہار موضع از پادشاہ وقت در انعام او مقرر شدہ بعد زمانے باز میندارانِ آنجا مخالفت روئے داد و مقاتلہ درمیان آمد۔ سید با بعضے اولاد شربت شہادت چشید۔ مرقد او در قصبہ سرہ است و ماہرو کھیڑہ متصل سرہ مشہور و آثار قلعچہ بنا کردۂ سید در آنجا باقی است و بقیہ اولاد با دیگر متعلقان از قصبہ سرہ در مکان گنو گھاٹ آمدہ سکونت گرفتند۔ و آنجا ہم پائے اقامت افشردن نتوانستند ناچار از آنجا برآمدہ در قصبہ سانڈی کہ از بلگرام بر چہار کروہ است بار اقامت کشادند۔ یکے از احفاد سید ماہرو بہ تحصیل علم پرداخت و بعد فراغ تحصیل سند منصب قضاء قصبۂ باڑی از پادشاہ وقت حاصل کرد۔ سید ماہرو سہ پسر عقب گذاشت از آں جملہ اولاد دو پسر بتقریب منصب قضاء در قصبہ باڑی رفتہ لنگر اقامت انداختند۔ و در عہد اکبر پادشاہ قصبہ باڑی در انعام ایشاں شد۔

میر عبدالواحد قدس سرہٗ از اولاد پسر سیوم است کہ در قصبہ سانڈی ماند و کدخدائی صبیۂ ایشاں با سید محمود اصغر جد اعلائے ما اتفاق افتاد و بنا بر الفتی کہ با فرزند خود داشت فرمود۔ "فلاں مرا بہ بلگرام طلبید" و در موطن آباء کرام تشریف آوردہ اوّل در محلۂ میدان پورہ قریب خانۂ سید محمود ساکن شد۔ بعد چندی برکنار آبگیر سلہدہ رفتہ قدم اقامت افشرد۔ حق تعالےٰ در ذریت او خیر و برکت پدید آورد۔ و از اولاد او دراں محل بکمتر فرصت محلہ عظمی معمور شد۔ و در اوائل بیعت بخدمت مخدوم شیخ صفی الدین سائی پوری بجا آورد و مورد التفات خاص گردید۔ و او ہژدہ سالہ بود کہ شیخ صفی از ایں عالم رحلت فرمود۔ بعد از واقعہ شیخ بخدمت شیخ حسین سکندرہ پیوست و تربیت ہائے فراواں یافت۔ چنانچہ خود در سنابل می گوید :

"ایں فقیر مرید مخدوم شیخ صفی است و خلافت مخدوم شیخ حسین دارد۔ مخدوم شیخ حسین را با پدر ایں فقیر الفتی و محبتی تام بود و میان یک دیگر اختصاص کلی داشتند۔ و پدر فقیر نیز خلیفہ مخدوم شیخ صفی بود۔ بدیں سبب ایں فقیر رجوع بہ مخدوم حسین کرد و مخدوم شیخ حسین نیز عنایتہا و نوازشہائے فراواں ارزانی داشتند کہ بار زادۂ ماست و جامۂ خلافت نیز پوشانیدند اگرچہ فقیر را لیاقت ایں جامہ نبود۔ اما شکرانہ درگاہ باری تعالےٰ می کند۔ انم کہ پیوند بیعت با ایشاں دارم :

عہدیست بالب شیریں دہناں بست خدا ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوندانند"

(انتہی)

شیخ عبدالقادر بداؤنی در منتخب التواریخ می نویسد:

"شیخ عبدالواحد بلگرامی بسیار صاحب فضائل و کمالات و ریاضت و عبادات است۔ و اخلاق سنیہ و صفات رضیہ دارد و مشرب او عالی است۔ پیشتر ازیں بچند سال نقش و صوت بہ ہندی می بست و می گفت و حال می ورزید۔ دریں ایام خود را از ہمہ گذرانیدہ و شرحی بر نزہۃ الارواح نوشتہ محققانہ۔ وہمچنیں در اصطلاحات صوفیہ بعضی رسائل نوشتہ۔ ازاں جملہ سنابل نام و غیر آں تصانیف لائقہ نیز دارد۔ اگرچہ مرید بجائے دیگر است اما بہرۂ تمام از صحبت شیخ حسین سکندرہ یافتہ و ہر سالی از بلگرام بجہت عرس شیخ می آمد۔ اکنوں کہ ضعف بصر پیدا کردہ نمی تواند رفت و در قنوج توطن میداشت۔ در سال نہصد و ہفتاد و ہفت کہ فقیر از لکھنؤ بہ بلگرام رسیدم شبے بہ عیادت آمد۔ و آں ملاقات اول بار بود کہ حکم مرہم داشت و گفت ایں ہمہ گلہائے عشق است و مخدومی شیخ عبداللہ بداؤنی نیز اتفاقاً چوں رجال الغیب از بداؤں ہماں جا تشریف آوردند یقین شد کہ اگر شب قدر دریافتہ باشم آں شب خواہد بود۔ و میر طبع نظم بلند دارد۔"

تا ایں جا عبارت شیخ عبدالقادر صاحب منتخب التواریخ است۔ و او میر عبدالواحد را شیخ عبدالواحد نوشت بہ اعتبار مشیخت و بزرگی۔ چنانچہ شیخ عبدالقادر جیلانی گویند آخر خود می نویسد کہ میر طبع نظم بلند دارد۔ و کلام شیخ کہ آں ملاقات اول بار بود دلالت می کند کہ ملاقات او با میر عبدالواحد مکرر واقع شد و شیخ عبدالقادر در آغاز حال از رفقائے حسین خاں بود و حسین خاں یکے از نوکران درگاہ اکبری است۔ چندی در لکھنؤ جاگیر داشت و شیخ عبدالقادر در لکھنؤ ہمراہ بود و او ملاقات خود با میر عبدالواحد در سال نہصد و ہفتاد و ہفت نوشتہ و در ضمن سنوات در وقائع سال مذکور می نگارد کہ

"دریں سال پرگنۂ لکھنؤ از حسین خاں تغیر شد و خان مذکور بہ تقریبی از رہ ولایت اودھ در حدود کوہ سوالک در آمد و با کفار کوہستان جنگ کرد و اکثر رفقائے او شہید و مجروح شدند۔ و فقیر دریں سفر برخصت حسین خاں از لکھنؤ بہ بداؤں آمدم۔ انتہی کلامہ ملخصاً۔"

کسے کہ از لکھنؤ قصد بداؤں کند بلگرام در عرض راہ می افتد۔ ظاہراً در ہمیں سفر در بلگرام با میر عبدالواحد ملاقات دست داد۔ و عبارت او کہ "شبے بہ عیادت آمد" می خواہد کہ بیمار باشد و نیز عبارت او کہ "حکم مرہم داشت و گفت ایں ہمہ گلہائے عشق است" می خواہد کہ زخمی باشد۔ اما کلام او در احوال حسین خاں ناظر است بریں کہ با حسین خاں بکوہستان نہ رفت و از لکھنؤ برخصت حسین خاں متوجہ بداؤں شد۔ دریں صورت از زخمیان

جنگ کوہستان نمی توانند شد۔ و در وقایع ۹۷۹ھ تسع و سبعین و تسعمائۃ بیان می کند که

" فقیر از کانت کوله بتقریب زیارت مزار فیض الانوار بدیع الحق والدین شاہ مدار قدس سرہٗ بہ مکن پور رسید۔ و بدام عشق گرفتار گشت۔ غیرت الٰہی چندی از قوم معشوق را مسلط ساخت و نہ زخم شمشیر پیاپے بر سر و دست ها و دوش خورد و ہمہ پوست مال رفت مگر زخم سر که استخواں را شکسته بمغز رسید و تہی مغزی بار آورد و رگ بنصر اندکے بریده شد و آں جہاں را سیر کرده آمد و بخیر گذشت و جراح حاذق در قصبۂ بانگرمؤ پیدا شد و در عرض یک ہفتہ زخمہا فراہم آمد۔" انتہی کلامہٗ ملخصاً

عبارت سابق یعنی "حکم مرہم داشت و گفت ایں ہمہ گلہائے عشق است" با ایں واقعہ مناسبت تمام دارد۔ اما اختلاف سال ابا میکند و شیخ عبداللہ که از بداؤں آمده در شب بملاقات میر عبدالواحد شریک صحبت شد در نسخہ بجائے شیخ عبداللہ شیخ عبدالقادر بنظر در آمد غلط کاتب است صحیح شیخ عبداللہ است۔

و میر علاء الدولہ بن میر یحییٰ سیفی قزوینی در نفائس المآثر آورده که:

" میر عبدالواحد از اکابر سادات قنوج است۔ و خالی از شعار فقر و درویشی نیست و سلیقۂ شعر خوب دارد۔"

و شیخ محمد غوثی مندوی در کتاب گلزار ابرار نوشتہ که: "سید عبدالواحد بن سید ابراہیم قنوجی خداوند مجاہدہ و مشاہدہ صاحب صحت حال و فصاحت مقال بر نزہۃ الارواح شرح لائق متین بر نگاشته فراواں توجیہ و تاویل بکار برده جمیع مقاصد عبارات را متوجہ سمت حقیقت گردانیده است۔" (انتہی)

پوشیده نماند که حضرت سید در قنوج که خدا شد چندے دراں شہر اقامت داشت بنابراں دریں ہر دو کتاب او را از قنوج نوشته اند و اقامت او در قنوج از کلام شیخ عبدالقادر بداؤنی ہم مستفاد می شود۔ و از جملہ تصانیف میر عبدالواحد حقائق ہندی و شرح قصیدہ چہار بہار و حل شبہات و شرح مصطلحات دیوان خواجہ حافظ شیرازی است۔ و اشہر تصانیف او کتاب سنابل است در سلوک و عقائد۔ و قتے در شہر رمضان المبارک ۱۱۳۵ھ خمس و ثلثین و مائۃ و الف مؤلف اوراق در دار الخلافہ شاہجہاں آباد خدمت شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہٗ را زیارت کرد۔ ذکر میر عبدالواحد قدس سرہٗ درمیان آمد۔ شیخ مناقب و مآثر میر تا دیر بیان کرد و فرمود:

"شبے در مدینہ منوره پہلو بر بستر خواب گذاشتم و در واقعہ مے بینم که من و سید صبغۃ اللہ بروجی معاً در مجلس اقدس رسالت پناہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم باریاب شدیم۔ جمعی از صحابہ کرام و اولیاء امت حاضر اند۔ در میاں شخصے است که حضرت با او بلب تبسم شیریں کرده حرفہا می زنند و التفات تمام

دارند۔ چوں مجلس آخر شد از سید صبغۃ اللہ استفسار کردم کہ ایں شخص کیست کہ حضرت با او التفات بایں مرتبہ دارند گفت میر عبدالواحد بلگرامی و باعث مزید احترام او ایں است کہ سنابل تصنیف او در جناب حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مقبول افتادہ"

حضرت میر در سنابل می گوید کہ:

"روزی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جملہ اموال خود را در راہ رضای خداوند تعالی تصدق کرد۔ حضرت رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام از وی پرسید ما خلفت لعیالک فقال اللہ و رسولہ۔ جبریل امین در رسید گفت یا رسول اللہ فرمان می شود بپرس از ابو بکر من تنہا بستم بود م کہ با نام من نام رسول را ہم ذکر کردی۔ سبحان اللہ وبحمدہ کثیراً ایں کدام منزلت وایں چہ نسبت و قربت است کہ حق سبحانہ بر گرفتن نام رسول غیرت می برد۔ دانشہا و بینشہا ایں جا پیہے گم کنند۔ بخاطر رکیک ایں ضعیف می رسد کہ سر عتاب آنست کہ اے ابو بکر پایۂ معرفت تو بجائے رسیدہ است کہ رسول را از ما جدا نمی بینی زیرا کہ او در ما محو است و ما در و ثابت پس چرا جدا ذکر کردی کہ گفتہ اند از عرش تا فرش محمد را غلام چوں حق متجلی شد محمد کدام۔ و نیز بخاطر می رسد کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ جواب بر قدر مقام عیال و اہل بیت خود گفتہ است نہ بر وفق مقام خود چہ رسول علیہ السلام از و ما خلفت لعیالک پرسیدہ بود واگر ما خلفت لنفسک پرسیدی جواب از مقام معرفت خود دادی یعنی اللہ وحدہ گفتی"

و نیز در سنابل می گوید:

"یکے از یاران مؤلف شیخ نظام نام داشت۔ دختر مغلے را تعلیم می کرد۔ دختر در غایت جمال بود جوانی را نظر بر جمال او افتاد شیفتہ شد و حال نامرادی و درد مندی خود بشیخ نظام باز نمود۔ شیخ نظام گفت تو ہر روز ہمراہ من بیا۔ من او را تعلیم می کنم تو آنجا بنشیں و می نگر بریں ماجرا مدتے گذشت۔ روزی آں جوان دردمند با شیخ نظام آہستہ گفت۔ ایں دختر را بگوئید کہ قدرے آب بمن دہد۔ شیخ نظام دختر را گفت قدح آب خوردن بیار۔ دختر قدح پر آب آورد۔ گفت بدست ایں جوان بدہ۔ دختر قدح پیش جوان برد۔ جوان قدح از دست او گرفت و جان بہ جہاں آفریں سپرد"

و از نوادر تصانیف او شرح کافیہ ابن حاجب است بطور حقائق تا بحث غیر منصرف[1]۔ دریں مقام بندے

(۱) آزاد نے اس شرح کو غیر منصرف کی بحث تک بتایا ہے حالانکہ یہ بحث مرفوعات تک ہے

از اوائل آں نسخہ بطریق اختصار ایراد میرود :

"الکلمة لفظا ای ملفوظا علی السنتنا وملحوظا علی قلوبنا ومحفوظا بہا بواطننا" یعنی کلمۂ توحید در مرتبۂ اقرار برزبانہاء ما ملفوظ است و در مرتبۂ تصدیق بر دلہاء ما ملحوظ و در مرتبۂ احوال باطن ما از و محظوظ ۔ مصنف رحمۃ اللہ علیہ اکتفا بذکر مرتبہ اقرار کردہ و دو مخذوف فرو گذاشت بحکم آنکہ حکم کردن بر اسلام و سبب جریان تکالیف احکام منوط و مربوط بمرتبۂ اقرار است و قرینۂ حذف مفہوم از عبارت مصنف است کہ می گوید وضع لمعنی مفرد نہادہ شدہ است یعنی لازم گردانیدہ شدہ است قبول آں کلمۂ توحید بر رقاب و نواصی بجہت تحصیل معنی کہ فرد و مجرد است از کفر و نفاق و معاصی ۔ پس لفظ مفرد قرینۂ حذف است زیرا کہ افراد سہ مرتبہ دارد ۔ افراد از کفر، افراد از نفاق و افراد از معاصی ۔ فالافراد من الکفر فی رتبة الاقرار والافراد من النفاق فی رتبة التصدیق والافراد من المعاصی فی رتبة الاحوال لان من لقی ربہ تعالیٰ موحداً یبدل اللہ سیئاتہ حسنات .... وہی اسم ۔ و آں کلمۂ توحید سہ نوع است ۔ یکے اسم چہ اقرار و تصدیق فقط اسم توحید و صورت اوست ۔ و فعل دوم فعل توحید و عمل اوست و آں دریافت احوال است و حرف سیوم حرف توحید است و ایں توحید عظمیٰ است کہ از استعداد انسانی برطرف است و از علامات آں ہر دو توحید مذکور بے نشاں و بے کیف کہ علامة الحرف خلوہ من علامات الاسم والفعل"۔

مخفی نماند کہ دو شرح دیگر از عبارات عربی و فارسی تا بحث غیر منصرف بطور حقائق در نظر فقیر رسیدہ نام شارح عربی میر ابوالبقا است ظاہرا معاصر میر باشد ۔ و نام شارح فارسی ملا موہن بہاری کہ از میر متاخر است ۔ و چوں صیت بزرگی میر عبدالواحد سامعہ افروز اکبر بادشاہ گردید ۔ معتمدی را نزد میر فرستاد و از کمال تمنا درخواست ملاقات نمود ۔ میر قصد اردوئے معلی کرد ۔ و چوں بدرگاہ سلطانی رسید بادشاہ اعزاز و اکرام تمام بتقدیم رسانید ۔ و پانصد بیگہہ زمین از بلگرام بطریق سیورغال نیاز کرد ۔

شبے دزدی بخانہ حضرت میر درآمد نابینا گشت فریاد برآورد و حضرت میر او را توبہ داد و دعا کرد تا حق سبحانہٗ و تعالےٰ حاسۂ بصر او را باز گردانید ۔

و یکے از کفار جنیان بر دست حضرت میر بدولت اسلام مشرف اندوز شد ہمیشہ حاضر مے بود ۔ خدمت بجامے آورد ۔ عمر گرامی از صد سال متجاوز بودہ ۔ وصال ایشاں در شب جمعہ سیوم ماہ رمضان ۱۰۱۷ ہجری

عشر والف اتفاق افتاده۔ عزیزی در تاریخ گوید:

"چو رفت او احد صوری و معنوی گفتم ہزار و ہفدہ شب جمعہ ماہ صوم سیوم"

مصراع ثانی تاریخ صوری و معنوی است۔ اما بست عدد بحساب جمل زائد می شود آں را بتعمیہ لطیف خارج کرد۔ یعنی واحد صوری کہ نوزدہ است و واحد معنوی کہ یک است مجموع بست عدد برآمد۔ مرقد منور در بلگرام زیارت گاہ خاص و عام است۔

(مآثر الکرام از ص ۲۵ تا ص ۲۴)

محمد عبد الرشید نعمانی
یکم صفر الخیر ۱۳۸۲ھ

۵

شرح الکافیہ فی التصوف

از

علامہ عبد الواحد بلگرامی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی کلمتہ کافیۃ الامور و شافیۃ الصدور، والصلاۃ علی رسولہ محمد ن الذی کلامہ محیط الہدایۃ وبسیط النہایۃ، وعلیٰ آلہ واصحابہ وأولیائہ الذین اسمہم مودود فی الآفاق، و فعلہم محمود فی الأخلاق ـ

امابعد عذر در تحریر ایں حرف شگرف آنست

گفت عبد الواحد ابراہیم بن قطب ایں کلام — بندہ سادہ ز سادات مقام بلگرام

آں دو یارانم جمال و زین و دین ابن بہا — داشتہ اخلاص با ایں منتہی بے منتہا

کوششے کردند چندانے کہ آمد ناجسم — گفتن شرح کلام شیخ ابن حاجبم

من کہ معذورم مکن برزشتی قلم نگاہ — خوبی لطف جمال و زین دارم عذر خواہ

کردمش تا حد مرفوعات در نقصان تمام — مر و معنی چوں بلغوے بگذرد مرد اکرام

من نتوانستم نبشتن مر بسر شرح تمام[1] — بہر تسکین دو مخلص ایں قدر گفتم شتاب

پیش ازیں آں ہر دو را بر من تقاضای نبود — بے تقاضای کساں گفتن سخن را کے نبود

از ہمہ دعوی مرا آزادہ و افتادہ بیں — سال تاریخش بخواہی نہصد و ہفتاد بیں

حیط علم نحو را در تصوف سفتہ ام — پس بقدر فہم از پی شک و شبہ[2] رفتہ ام

ہر کہ ایں اعجوبہ من خواند و خوش آیدش — یک دعا و فاتحہ خواندن پس از من بایدش

۱۔ کذا فی الاصل والصحیح "کتاب"

۲۔ و فی الاصل "شبہ و شک"

بدانکه علوم حکماء و متکلمین را اصطلاحے دیگر است و علم اصحاب تصوف را اصطلاحے دیگر، پس اگر مسئلۂ از علم تصوف با علوم حکماء و متکلمین موافق نباشد بر اختلاف اصطلاح ایشاں حمل کنند۔

قوله الكلمة لفظ اے ملفوظ علی السنتنا و ملحوظ علی قلوبنا و محظوظ بها بواطننا یعنی کلمۂ توحید در مرتبہ اقرار بر زبانہائے ما ملفوظ است، و در مرتبہ تصدیق بر دلہائے ما ملحوظ، و در مرتبہ احوال باطنہائے ما از و محظوظ، مصنف رحمہ اللہ اکتفا بذکر مرتبہ اقرار کردہ و دو معطوف محذوف فرو گذاشت بحکم آنکہ حکم کردن بر اسلام و سبب جریان تکالیف و احکام منوط و مربوط بمرتبہ اقرار است و قرینہ حذف مفهوم از عبارات مصنف است قدس سرہٗ کہ می گوید وضع لمعنی مفرد نہادہ شدہ است۔ یعنی قبول آں کلمۂ توحید بر رقاب عباد و نواصی بجہت تحصیل معنی کہ مفرد و مجرد است از کفر و نفاق و معاصی، پس لفظ مفرد قرینہ حذف است زیراکہ افراد سہ مرتبہ دارد افراد از کفر و افراد از نفاق و افراد از معاصی۔ فالافراد من الكفر فی رتبة الاقرار، والافراد من النفاق فی رتبة التصدیق والافراد من المعاصی فی رتبة الاحوال لان من لقی ربه تعالیٰ موحدا یبدل الله سیئاته حسنات۔ قال بعضهم التوحید افراد الحدث من القدم والاعراض عن الحدث والاقبال علی القدم۔

نقل است کہ مردے از جنید رضی اللہ عنہ پرسید کہ توحید چیست گفت هو بلا هو ولا هو الا هو آں مرد بمجرد شنیدن نعرہ زد و بیفتاد و بمرد۔ پس جنید رحمہ اللہ گفت چند بکوشم کہ اسرار توحید بپوشم و سخن نگویم در توحید بزبان تجرید۔ اکنوں بدانکہ ایں توحید وراء توحیدے است کہ آں را بعلم بیان کنند زیراکہ توحید علمی شرک جلی را دور میکند نہ خفی را بخلاف توحید حالی کہ آں مزیل شرک خفی و نفی تہمت غیر است اذ لیس الخبر کالمعاینة۔ وما یؤمن اکثرهم بالله الا وهم مشرکون اشارت بر شرک خفی است قال علیه السلام الشرك فی امتی اخفی من دبیب النملة التی تدب فی لیلة مظلمة علی صخرة سوداء۔

مصنف رحمہ اللہ مراتب کلمۂ توحید بتفصیل بیان می کند کہ وهی اسم و آں کلمۂ توحید سہ نوع است یکے اسم یعنی اقرار و تصدیق فقط اسم توحید و صورت اوست و فعل دوم فعل توحید و عمل اوست و آں دریافت احوال است و حرف سیوم حرف توحید است و ایں توحید عظمیٰ است کہ از استعداد انسانیہ بر طرف است و از علامات آں ہر دو توحید مذکور بے نشاں و بے کیف است کہ علامة الحرف خلوه عن علامة الاسم والفعل لانها اما ان تدل علی معنی فی نفسها اولا ایں دلیل حصر است می گوید زیراکہ آں کلمۂ توحید یا آنکہ دلالت می کند بر معانی کہ آں در باطن عباد متمکن است یا متمکن نیست الثانی الحرف اگر مدلولش در باطن عباد متمکن نیست آں خود حرف است۔ اما حرفے کہ از حرف و صوت منزہ باشد کہ آنرا

توحید عظمی نام کردیم وحق سبحانہ منفرد است بادراک کنہ ایں توحید عظمے مستاثر است بعلم اسمے کہ از اں
توحید مبنی باشد والاوّل آں توحید کہ تصدیق معانی آں در باطنہا متمکن است دو نوع است اما ان
یقترن باحد الازمنۃ الثلاثۃ اولا یا آنکہ مقروان از اوقات سہ گانہ ومتصل بحالے از حالات
ثلاثہ ہست یا نیست الثانی الاسم آنچہ مقرون بحال ووقت نبود آں توحید قالب اوست نہ اصل
توحید چنانکہ گفتہ اند

توے بر زمان خود پرستی صد خانہ پُر از بتان یکے بشکستی
گفتی کہ بیک قول شہادت رستم [۱]

والاول الفعل اما آنچہ بحال ووقت متصل بود فعل است یعنی عمل توحید است کہ بیکے از حال مقرون
باشد، حال اول آنکہ توفیق عنایت ازلی وتلقین ہدایت لم یزلی دریابد وبندہ را از در خود پرستی برباید،
وطالب سعادات اخروی گرداند واز اصنام نفس وہوا باز رہاند، تا ہمہ آرزوہا از دلش فروریزد، و
بدوام تبتل بعبادات خداوند تعالے درآویزد۔

یک دل وصد آرزو بس مشکل است یک مرادت بس بود چوں یک دل است

حال دوم خورشید مشاہدہ حق تعالے بر کواکب اوصاف بندہ اشراق کند تا جملہ نجوم ممکناتی روئے در نقاب
آرد، وبندہ را در مقام فنا فی التوحید بدارد

بندہ جائے رسد کہ نیست شود بعد ازاں کار جز خدائی نیست

حال سیوم سلطان ظہور جمال وجلال رخت وجود سالک را چناں در کتم محو برد کہ آگاہی او ازیں گم شدن
نیز از وے بیفتد۔ محو در محو وطمس در طمس گردد نہ اسم ماند نہ رسم نہ وجود ماند نہ عدم

بیت

تو در و گم شو کہ توحید ایں بود گم شدن گم کن کہ تفرید ایں بود

وقد علم بذلک حد کل واحد منہا وتحقیق وانستہ شد بداں ولیل حصر حد ہر یکے ازاں سہ کلمۂ توحید یعنی
ہر سہ کلمہ را حد معلوم شد کہ "توحید حرفی" حد کلمہ او از ادراک خلقت بیروں است" وتوحید اسمی" حد کلمہ او
زبان ودل است و "توحید فعلی" حد کلمہ او زبان وروح است، چوں ایں حدود معلوم شد باید دانست کہ
الکلام ما تضمن کلمتین کلام یعنی بحث ما در توحیدے است کہ متضمن باشد دو کلمہ را یعنی دو حد او را

۱۔ ایں جا کرم خوردہ کہ در خواندن نمی آید

احتراز می کند از توحید[۱] - یعنی خلو او از ادراک بشریت که آنجا عجز از درک ادراک است

این چه گنجے ہست قفلش بے کلید   وین چه دریائیست قعرش ناپدید

این را از بحث خارج کرد و گفت کلام ما درو نیست بلکه کلام در توحیدے است که متضمن باشد دو حد کلمه را بالاسناد بشرط اسنادے صحیح که در وشائبه بدعت نیا میخته باشد و من و عن از حضرت رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم مسند بود از زبان بزبان و از دل به دل و از روح بروح اسنادے درست داشته باشد ولا تیاتی ذلك الا فی اسمین یعنی حاصل نمی آید آن اسناد صحیح جز که درو دو اسم باشد یعنی از دل و زبان یکے بدل و زبان دیگرے بتدریج میرسد او اسم و فعل و یا حاصل نمی آید آن اسناد صحیح مذکور جز که در اسم و فعل یعنی از زبان و دل و روح دیگرے برسد - الاسم ما دل علی معنی فی نفسه غیر مقترن باحد الازمنة الثلاثه این شروع است در بیان اقسام توحید بتفصیل و آغاز بتوحید اسمی کرد بجهت آنکه توحید اکثر و اغلب مردمان اینست، پس گفت که " توحید اسمی " آنست که دلالت معنی آن در باطن بندگان بتصدیق حاصل است. لیکن مقرونه بیکے از احوال ثلاثه نیست، آن توحیدیست که مجتهدان بدلائل و براهین اثبات میکنند و به حجج و مقدمات راه مقصود می سپرند و سائر مومنان بدرست کردن عقائد اجتهاد ایشان حاصل می کنند، و این توحید غالباً از شرک خفی خالی نباشد - زهی عجب گفتن یکے و تصدیق کردن یکے و پرستیدن هزارے در طور توحید حقیقی جز اشراک[۲]   وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللهِ اِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ شکایت ازین حال است.

و من خواصه دخول اللام و یکے از خواص و لوازم این طور توحید در آمدن ملامت است از جانب حق سبحانه چنانکه گذشت یَا اَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ الَّذِىْ و گفت ما آثرنا علیك شیئاً و انت تؤثر علی کل شیء فنکس رأس الندامة قبل العتاب فما لك عن هذا جواب - و گفت یا ابن آدم یا ویحك ان ادعوك و انت تهرب منی اقبل الی فانی الیك مقبل از سخن ملامت آمیز فراوال با او همراه باشد اگر چه معلوم نکند اما آن همه در وقت مرگ ظاهر شود که پرده پندار از پیش برخیزد و بدا لهم من الله ما لم یکونوا یحتسبون - و خطاب و عتاب در رسد که عبدی طهرت منظر الخلائق سنین، هل طهرت منظری ساعة کما افنیت عمرك - آن بیچاره می پنداشت که خدائے می پرستید

۱- این جا کرم خورده است و جمله از میان ساقط شده

۲ - این جا کرم خورده است

معلوم گردد کہ ہوا را می پرستید پس روئے را در لحد از قبلہ بگرد انند پس آشنا کہ شب[1] بیگانہ خوانند:

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت کہ با کہ باختۂ عشق در شب دیجور

والجنّ ویکے از خواص ایں طور توحید فرو کشیدن ست خویش را بمذلت حرص وہوا وظلمت عجب وریا

دلا تاکے دریں منزل فریب این و آں بینی وے زیں چاہ ظلمانی بروں آ تا جہاں بینی

والتنوین وھی نون ساکنۃ۔ والنون فی اللغۃ حدۃ السیف، وسکونھا دھن حدتھا، والمراد ھنا وھن حدۃ سیف الوقت، فقد قالوا الوقت سیف قاطع۔ حاصل معنی آنکست کہ یکے از خواص ایں طور توحید کندی و بی آبی تیغ وقت است یعنی تکاسل وتسویف وتغافل است شعر

یا راقد اللیل مسرورا بأوّله ان الحوادث قد یطرقن اسحارا

برید وز نوبت حج بود ومہد خواجہ ہنوز از آں سوئے عرفات است وچشم بر فردا۔ والاضافۃ ویکے از لوازم ایں طور توحید اضافت است وآں خود منافی اصل توحید است کہ التوحید اسقاط الاضافۃ وایں شاخی است از مذہب قدریہ والقدریۃ مجوس ھذہ الامۃ

نسبت فعل واقتدار بما ہم ازاں رو بود کہ زو باشد

والاسناد الیہ نسبت دادن افعال را بآں توحید حق تعالےٰ یعنی اختیار صوری ومعنوی[2] جائز داشتن وراہ اباحت گرفتن وایں عین مذہب جبر است ومخالف مذہب سنت وجماعت مذہب سنت وجماعت میان جبر وقدر است کہ الایمان بین الجبر والقدر، فجبر بمعنی واختیار بصورۃ فلا تترک المعنی ولا تھدی الصورۃ۔

وھو معرب وایں توحید بر دو نوع است یکے را معرب گویند از انکہ حاصل معنی اعراب دور کردن فساد است ودر توحید کہ معرب نام کردیم فساد زائل می شود یعنی درجہاں از غارت کردن وبردہ گرفتن وخون ریختن ایں موحد سالم می ماند ودراں جہاں از عذاب ابدی امید نجاتش باشد اما ایمان در توحید اگر امروز از شرک باز ندارد فردا شایان مغفرت نشود واز آتش دوزخ نرہاند ان اللہ لا یغفر ان یشرک به ویغفر ما دون ذالک لمن یشاء۔

ومبنی نوع دوم از طور توحید اسمے مبنی است کہ بناء او بر دلائل ومقدمات است وایں توحید

---

۱ و ۲ - ایں جا کرم خوردہ است بخواندن نمی آید

اعتقادی است کہ بناء او بر درست کردن عقائد اسلام باشد ، و بدانکہ توحیدے راکہ مبنی گویند دو نوع است یکے مبنی عارض است کہ بناء او بر دلائل باشد خواہ اجتہاداً خواہ تقلیداً دوم مبنی لازم وآں توحیدے است کہ بناء او بر جذبہ عنایت ازلی است وسابقہ ہدایت (۱)
ان الذین سبقت لھم منا الحسنیٰ وضوح ازاں می کند وآں مبنی لازم توحید طائفہ الیست کہ لجۂ دریاء وحدانیت رسیدہ اند و از ساحل ظلمات حدثان گذر کردہ تا ہر چہ خلق را غیب ہست ایشاں را شہادت است و ہر چہ مردم بحکایت شنیدہ اند ایشاں بہ بصیرت دیدہ اند ، آں طائفہ وجود آفریدگار تعالیٰ و تقدس را بے ترکیب مقدمات ادراک می کنند ، محقق راکہ از وحدت شہود است نخستین نظر بر نور وجود است

دلے کز معرفت نور صفا دید   زہر چیزے کہ دید اول خدا دید

با جنید قدس اللہ سرہ العزیز گفتند ما الدلیل علی وجود الصانع گفت لقد اغنی الصباح عن المصباح

ہمہ عالم بنور اوست پیدا   کجا او گردد از عالم ہویدا
زہی ناداں کہ او خورشید تاباں   بنور شمع جوید در بیاباں

وایں توحید را مبنی الاصل نیز گویند و بیان آں در محل بیان در خور است اینجا فرو گذاشتہ ۔

فالمعرب المرکب الذی لم یشبہ مبنی الاصل توحید (۲) وعاصم دماء واموال و اولاد است پس آنکہ مرکب از شرک خفی است با توحیدے کہ مبنی الاصل است ہیچ مشابہتے ندارد

مصراع   چراغ مردہ کجا قرص آفتاب کجا

زیرا کہ در توحید معرب ایمان بغیب باید آورد و یومنون بالغیب صفت ایشاں است از وجود ممکنات بواجب الوجود جلت آلاءہ استدلال می کنند ، وایں طریقہ اگرچہ محمود است اما چوں از نور فیض خالی باشد حاصل آں بعاقبت جز حیرتے مذموم نبود کما ذکرہ العارف الکامل نجم الدین الکبری قدس اللہ سرہ العزیز۔ وایں توحیدے معرب با توحیدے کہ مبنی الاصل است مناسبتے کہ دارد آنجا ہمہ ایں کار شہودی است لو کشف الغطاء ما ازددت یقینا ولا اعبد ربا لم ارہ بیان احوال ایں موحد است :

---

۱ و ۲ ۔ ایں جا کرم خوردہ است

ہر کہ او در بحر مستغرق بود　　فارغ از کشتی و از زورق بود
غرقۂ دریا بجز دریا ندید　　غیر دریا ہست بر وے ناپدید

وبدانکہ توحید معرفت با توحیدے کہ مبنی الاصل است اگرچہ مشابہتے ندارد ولیکن مختلف احوال و قابل عروج و نزول است۔ چنانکہ گفت وحکمہ ان یختلف آخرہ باختلاف العوامل وحکم آں توحید "۱" دم لوطا است در عروج و نزول آنست کہ بگردد آخر آں "۲" توحید بحسب گشتن عوامل او یعنی چندانکہ عوامل ایں توحید در عمل بکوشند درجہ و مرتبہ از توحید عمل کہ مبنی الاصل است حاصل کنند ولکلٍّ درجات مما عملوا۔ لفظاً او تقدیراً برابر است کہ باشد عملہاء ایشاں بظاہر کہ منسوب بسعی و سلوک بندہ و تدبیر او است یا بباطن کہ منسوب بجذبہ و عنایت حق و تقدیر او ست۔

الاعراب ما اختلف آخرہ بہ وازالہ فساد وکساد از اعمال بندہ چیزے است کہ بگرددو بتدریج زیادہ گیرد پایان کار توحید بدو زیراکہ مواہب نتیجہ مکاسب است۔

لیدل علی المعانی المعتورۃ علیہ "تا دلالت کند آں زوال فساد کہ از اعمال ظاہرانہ ایشاں است بر معانی باطن ایشاں کہ کردہ اند بحسب آں اختلاف اعمال ظاہری کہ الظاہر عنوان الباطن۔

وانواعہ رفع وانواع آں اختلاف احوال معانی و یکے رفع است یعنی برداشتن دل از غیر محبوب بمراقبہ باطن ونصب و دوم نصب است یعنی قیام باستقامت در کار دین وبمساوات میان قول و فعل ظاہراً و باطناً وجر سیوم جر است یعنی کشیدن ریاضت ومشقت برضا در مجاری احکام و قضا۔

فالرفع علم الفاعلیۃ پس برداشتن دل از غیر محبوب نشانہ فاعلیۃ بندہ یعنی آنکہ او مختار است وجملہ افعال مقرون باختیار او ست اگرچہ اختیار او باختیار او نیست، پس نتیجہ نسبت اختیار بدو آں باشد کہ دل از غیر باختیار پردازد وبا دیگرے در نسازد، والنصب علم المفعولیۃ والیناون بمساواۃ اقوال و افعال نشانہ مفعولیت است یعنی بواسطہ مخلوقیت او ست کہ ایں بندہ مخلوق ذات وصفات و اعمال خود و از کارخانہ واللّٰہ خلقکم وما تعملون برابر بیند۔ نشانش آں باشد کہ از عجب و ریاء بر آید و از خود بینی و خود نمائی اعمال او پاک گردد و اقوال و افعال برابر شود وذلک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔ والجر علم الاضافۃ وکشیدن ریاضت ومشقت برضا در مجاری احکام قضا نشانہ اضافت بندگی است بدرگاہ خداوند سبحانہٗ وتعالےٰ۔

---

۱ و ۲ - ایں جا کرم خوردہ است در خواندن نمی آید

نرود بر مراد ہا کارے　　　　بندہ بودن چنیں بود آرے

من لم یرض بقضائی ولم یصبر علی بلائی ولم یشکر علی نعمائی فلیطلب ربا سوائی

چہ کند بندہ کہ گردن نہند فرمان را　　　　چہ کند "۱" درنند ہا چوگان را

وبدانکہ ازیں ہر سہ معانی مذکورہ　　　　"۲" کار ہر بوالہوسے نیست بلکہ ہر کسے تا آنجا نرسد "۳"

چوں بندہ خود را فاعل مختار بیند معنی آیت واللہ خلقکم وما تعملون ۔ بروپوشیدہ گردد و اگر در معنی آیت غوص کند خود را از اختیار معزول یا بد پس رضا بالقضا دادن برو متعذر باشد زیرا کہ ضدیتہ از اضداد بر انداختن را استعدادے کامل باید کہ سر بستگیہا برو بکشاید چنانکہ گفت

والعامل ما بہ یتقوم المعنی المقتضی للاعراب یعنی عامل باستعدادے کامل آں کس است کہ بدو حاصل شود کمال ازیں معنی کہ مقتضی است زوال فساد را و چوں ایں معنی بر وجہ کمال روئے نماید درمیان جبر معنوی و اختیاری ابواب اسرار نکشاید و ضدیتہ اضداد بمسامحہ روسے نماید، اما تا وقت آں در آید اگر بایمان قبول کنی شاید

گر نزا روزے دریں میداں کشند　　　　آں رقم بینی کہ بر مرداں کشند

آں کنی زیں شیوہ معنی صد ہزار　　　　بینی و دانی و داری استوار

فالمفرد المنصرف شروع در بیان آں مرداں کہ ذکر بر ایشاں ایں دقائق وغوامض کشف شدہ است. پس گفتہ آنکہ مفرد است یعنی مجرد از علائق منصرف یعنی باز ماندہ از جملہ خلائق والجمع المکسر المنصرف ای الجمع بالباطن المنکسر قلبہ المطمئن بذکر اللہ المنصرف عن الغیر دوم آنکہ باطنش جمع است و دلش شکستہ کہ مطمئن بذکر ست و معرض از غیر است۔

بالضمۃ دفعاً ای الضم بالضمۃ رفعاً یعنی بہ پیوند د آں مرشد باصل توحید بہ پیوستن حقیقی بسبب برآمدن او بالکلیہ از غیر توحید

تعلق حجاب است و بے حاصلی　　　　چو پیوندہا بگسلی واصلی

والفتحۃ نصبا ای الفتح بالفتحۃ نصباً والنصب ھو القیام بالمساواۃ فی امور الدین یعنی کشادہ شود آں موحد بکشادن اصلی بسبب قیام بمساوات و استقامت او در کارہائے دین

سکونے بدست آرائے بے ثبات　　　　کہ بر سنگ غلطاں نروید نبات

---

۱ تا ۳ ۔ ایں جا کرم خوردہ است بخواندن نمی آید

والکسرۃ جراای الکسرۃ بالکسرۃ جراً یعنی بشکند دل آں موحد بشکستن معنوی بسبب کشیدن او محنتہا و مذلتہا شاقہ وتحمل ریاضات و بار فقر و فاقہ شارح راست گفتہ

بہ بستی دل از التماس محنتہائے فقر ٭ کی توانی سفتنش در سلک مردان اللہ

غیر المنصرف ای غیر المعرض عن ذکر الحق تعالےٰ ما فیہ علتان یعنی کسے کہ ہرگز معرض از ذکر خداوند تعالےٰ نیست آں کس است کہ درو دو علت است یکے حقائق کہ بر اقتضاء محو وجود سالک علت است دوم دقائق شریعت کہ بر اقتضاء اثبات وجود سالک علت است پس سالکے کہ بحکم اقتضاء ایں ہر دو علت میان محو و اثبات متمکن است مرتبہ جبر و قدر دروے ثابت است او ہرگز از حق تعالےٰ و اطاعت و عبادت او معرض نیست قال تعالی ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکاً ھذا لمن اعرض عن الذکر فکیف لمن اعرض عن المذکور من تسع یعنی باید کہ آں دو علۃ نتیجہ ایں نہ مقام بود و بیان آں نہ مقام خواہد کرد، و باید کہ آں نہ مقام حال وصفت او گشتہ باشد چہ احوال از جملہ مواہب است و مقامات از جملہ مکاسب، و مواہب را نتیجہ مکاسب گفتہ اند و کسی را کہ آں دو علت مذکور از یں نہ مقام میسر و مسلم شد او ہرگز معرض از ذکر حق سبحانہ نگردد بلکہ بہر چہ توجہ کند بحق سبحانہ توجہ کردہ باشد و ھناک مالا عین رات ولا اذن سمعت - وآں نہ مقام اینست کہ گفت وھی

عدل ووصف وتانیث ومعرفۃ ٭ وعجمۃ ثم جمع ثم ترکیب

والنون زائدۃ من قبلھا الف ٭ ووزن فعل وھذا القول تقریب

قولہ عدل یکے از صفات و مقامات آں موحد عدل است یعنی برابری در خلائق - بدانکہ نفس انسانی را دو قوۃ است یکے قوۃ ادراک دوم قوۃ تحریک - و قوۃ ادراک اگر توجہ بمعرفت حقائق موجودات واحاطہ باصناف معقولات دارد قوۃ نظری گویند و اگر توجہ بتصرف در مصنوعات دارد و قوت صناعات وتمیز میان مصالح و مفاسد اعمال و افعال دارد قوۃ عملی گویند - اما قوت تحریک اگر منبعث بسوئے جذب نفعے بود آنرا قوت شہوی گویند و اگر منبعث بسوئے دفع ضررے باشد آنرا قوت غضبی گویند، پس بایں اعتبار قوت چہار باشد - قوۃ نظری، و قوۃ عملی، و قوۃ شہوی، و قوۃ غضبی، و ہرگاہ کہ تصرف ہر یک در مصنوعات خویش بر وجہ اعتدال بود بے افراط و تفریط ہر آئینہ ہر یک را فضلے حادث شود - پس فضائل ایں چہار نیز چہار باشد و آں ہر چہار فضائل اصول اخلاق است، یکے از تہذیب قوۃ نظری و آنرا حکمت گویند، و چوں ایں قوت از حد اعتدال افزوں شود کربزی گویند، و چوں کم شود ابلہی گویند، دوم از تہذیب قوۃ عملی و آنرا عدالت گویند و چوں با فراط و تفریط رسد ظلم گویند - سیوم از تہذیب قوۃ شہوی و آنرا عفت گویند و چوں با فراط و تفریط

کشد شره و خمود نامند - چهارم از تهذیب قوت غضبی و آنرا شجاعت گویند و چوں با فراط و تفریط انجامد آنرا تهور و جبن خوانند، پس اصول جمیع اخلاق حسنه یکے عدالت است که عبارت از حالت متوسطهٔ قوت عملی است و بعد از وے حکمت است که حالت متوسطه قوة نظری است و بعد از وے عفت است که حالت متوسطهٔ قوت شهوی است و بعد از وے شجاعت است که حالت متوسطهٔ قوت غضبی است - پس آنچه مصنف گفت وهی عدل عدل عبارت باشد از بروں شدن سالک از افراط و تفریط در جمیع اخلاق

همه اخلاق نیکو درمیان است   که از افراط تفریطش کران است
میانه چوں صراط مستقیم است   زهر دو جانبش قعر جحیم است
طهوری در اعتدال است   عدالت جسم را اقصی الکمال است

و ایں عدالت ممکن نیست و میسّر نشود تا آنکه موحد از خویش بکلی بیروں نیاید تا حکم شریعت بجائے او بنشیند و همیں است ولادت ثانی که لایلج ملکوت السمآء من لم یولد مرتین مشیر براں است۔
قوله وصف مقام دوم وصف است یعنی تخلق است باخلاق اصلی که آں اوصاف حق سبحانه است چنانکه گفت الوصف شرطه ان یکون فی الاصل فلا تضره الغلبة یعنی شرط وصف موحد از بینائی و شنوائی و غیرہا آنست که فی الاصل بود یعنی همه از دوست بود درمرتبه قرب نوافل که بی یبصر و بی یسمع عبارت ازاں است تا غلبهٔ تجلیات را تاب تواند آورد، و توالی مشاہدات را نظاره تواند کرد، و کلام قدیم بے واسطه تواند شنید، و متغیر نخواہد گشت۔ سئل بعضهم عن احوال موسٰی وقت الکلام فقال افنی موسٰی عن موسٰی فلم یکن لموسٰی خبر عن موسٰی ثم کلم فکان المکلم والمکلم هو، وکیف کان یطیق موسٰی حمل الخطاب ورد الجواب لولا یا باه سمع ولولا یا باه کلم

ہر بوی که از مشک و قرنفل شنوی   از شانه آں زلف چو سنبل شنوی
گر ناله بلبل ز پے گل شنوی   گل گوید آں گرچه ز بلبل شنوی

(التوجیه الثانی)، وصف جمعیت موحداں را لازمه ذات و صفتے اصلیه باید تا نه از دارد وے زیان شود و نه از حائل نقصان پذیرد چنانکه صفت دریاست، سهل تستری قدس سره فرموده مرد باید که ہرچه از واردات بدلش درآید بقوت حال همه فرو برد، ہیچ تغیّرے در وے ظاہر نشود

اگر بساغر دریا ہزار باده کشد   ہنوز ہمت او بادهٔ دگر باشد

(التوجیه الثالث)، قومے که متصف بصفت ثم اورثنا الکتاب الذین اصطفینا من عبادنا ہستند فمنهم ظالم لنفسه را غلبه عصیان و طغیان مضرت نرساند زیرا که اصطفاء اصلی دارند و معصیت

عارضی بر اصل غلبہ نتواند کرد، اذا احب اللہ عبداً لا یضرہ ذنب، بخلاف ابلیس۔ دوھرہ

ایکی دہا نوتھن ما ملھن یک یک دور کونت ایکا ہن کہو منتہرن ساجن آری ملت

حاصل معنی دوہرہ بزبان فارسی

یکے در حبت وجو یویاں ویارش بہر یار آید دگر در خانہ فارغ دل کہ یارش در کنار آید

زہے شرف آدمی کہ محبوبیش از محبی بود یحبھم ویحبونہ قبولے ہست کہ از ہیچ معصیت نیندیشد

فاولئک یبدل اللہ سیئاتھم حسنات

فی وجھہ شافع یمحو اساءتہ فاین بالوجہ الملیح ذنوب

وجودے را کہ بزیور جمال محبت آراستہ اند گناہش موجب ازدیاد محبت تواند بود کہ کلما ازدادوا

جرئیۃ زدتھم رحمۃ۔ ہر عیب کہ سلطان بہ پسندد ہنر است

(التوجیہہ الرابع) قولے کہ ان الذین سبقت لھم منا الحسنٰی صفت اصلیہ ایشان است۔

ہر چند بظاہر بر سر حد معاملات مشغول اند غفلت را بایشاں راہ نیست و آں اشتغال مفر وقت شاں نیاید

کہ لا تلھیھم تجارۃ ولا بیع عن ذکر اللہ

از یاد تو غافل نتواں کرد بہیچم سر کوفتہ مارم نتوانم کہ بہ پیچم

و ہیچ و ہیچ شدت و محنت ملتفت نشوند

گر باد فتنہ ہر دو جہاں را بہم زند ما و چراغ چشم و رہ انتظار دوست

و ہیچ کدام از نمائش رنگہا و عجائب نیرنگہا فریب نخورند و از ہمہ فارغ البال باشند

بانگ گاوے چہ صدا باز دہد عشوہ مخر سامری کیست کہ دست از ید بیضا ببرد

(التوجیہہ الخامس) عشق را ہمتے است اصلی کہ بہیچ کمال قانع نہ شود ہر چند کہ روحانیت عیسےٰ و

یا مکالمہ موسےٰ و یا خلت ابراہیم علیہ السلام چہ ہر مقامے کہ باز نگرد بہماں مقام قبض کردہ شود و از

ترقی باز ایستد پس اصل شرط وصف ہمت آنست کہ اصلی باشد و آں ہمت عشق است تا باحوال و

مقامات ملتفت نشود ہر چند بکمال دارد کہ مضرتش در آنست من نظر الی مقام حجب عن امامہ۔ امیر

المومنین عمر رضی اللہ عنہ کہ اول من سلم علیہ الرب از درجات عالیہ اوست و شرف و کرامتش ایں

کہ یا عمر لو لم ابعث لبعثت ہمتش ازینجا درگذشت و ملتفت نگشت کہ از حذیفہ رضی اللہ عنہ پرسید

ھل ذکرنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مع المنافقین و گاہ گاہ کعب احبار را میگفت کہ

خوفنی بالنار یا امام المسلمین

ہر چند ہمی پیش روم باعلمت　　　　در موکب تو چہ من چہ خاک قدمت

قولہ و تانیث مقام سیوم از صفات آں موحد تانیث است یعنی مقام معشوقیت ست چہ رسم عرب آنست کہ معشوق را بصیغہ تانیث ذکر کنند ازاں جہت از تانیث مقام معشوقیت ارادہ کردیم۔ و مقام معشوقیت آنست کہ خداوند تعالےٰ بسبب کمالِ متابعت شریعت ظاہراً و باطناً و بطفیل تمام پیروی حضرت رسالت صورۃً و معنیً آں موحد را دوست داشتہ باشد چنانکہ از آیۂ فاتبعونی یحببکم اللہ فہم می شود

اگر خواہی شوی معشوق محمود　　　　ایاز خاص را سگ بایدت بود

خیال زاں جہت موثوق باشد　　　　سگ معشوق ہم معشوق باشد

قولہ و معرفۃ مقام چہارم معرفت است و آں تحیّر محض است در عظمت و جلال خداوندی۔ ازینجا شبلی قدس سرہ فرمود رب زدنی تحیراً و غایت ادراک دریں مقام عجز است فکل ما میزتموہ باوھامکم او ادرکتموہ بعقولکم فی اتم معانیکم فھو مصروف مردود الیکم محدث مصنوع مثلکم وھو نھایۃ الادراک لا نھایۃ الحق

آنچہ پیش تو بیش زاں رہ نیست　　　　غایت فہم تست اللہ نیست

قولہ و عجمۃ فی الصراح کل ما لا یقدر علی الکلام اصلاً فھو اعجم معنی آں باشد کہ مقام عجم ایں موحد را آنست کہ بحکم من عرف اللہ کل لسانہ اصلاً قادر بر کلام نبود کہ العارف اذا تکلم ھلک و المحب ان سکت ھلک

قولہ ثم جمع مقام ششم جمع است و مراد از جمع اینجا مقام جمع الجمع است چنانچہ گفت الجمع شرطہ صیغۃ منتھی الجموع یعنی شرط جمع آنست کہ منتھی الجموع باشد و آں مقام محو در محو و طمس در طمس است۔ کوکب کل من علیھا فان دریں اقلیم درخشد نسیم کل شیئ ھالک الا وجھہ دریں بوزد، انا الحق و سبحانی دریں مقام تحقیق پذیرد، توحید بے شرک دریں دار الملک صورت می گیرد۔

ثم ترکیب مقام ہفتم ترکیب است یعنی عناصر اربع کہ ہر یکے در مرکز خود مختلف اللون و الصورۃ است موحد را مقامے است کہ فصل کیفی ازیں ہر چہار برافتد و تمیز اجزاء سرا زاں ہر چہار دور شود صفت ترکیب پیدا آید آنگاہ بسیط الذات را کہ عقول و نفوس مجردہ اند مانند گردد و میان بدن و روح انسانی پیوند سے شود، دریں مقام تواند کہ مرکب بہر صورت نماید و متمثل بہر ہیئتہا ئے برآید۔ یا ایھا الانسان ما غرّک بربک الکریم الذی خلقک فسوّاک فعدلک فی ای صورۃ ما شاء رکبک

اشارہ باین مقام تواند بود

مرکب چون شود مانند یک چیز ز جزا دور گردد فعل و تمییز

بسیط الذات را مانند گردد میان این و آن پیوند گردد

نہ پیوندے کہ از ترکیب اجزاست کہ روح از وصف جمیعۃ مبرا است

والنون زائدۃ من قبلها الف۔ النون فی اللغۃ حدۃ السیف والمراد هنا حدۃ سیف الوقت فقد قالوا الوقت سیف قاطع والالف شدتها الی الذات فی صراط الرحیم یعنی مقام هشتم این موحد را تیزی تیغ وقت اوست یعنی وقت او تیغے است برندہ غایت تیز کہ بیکبارگی تعلقات ماسوی اللہ را پاک می بردہ، و ورائے ذات احدیۃ از پیش وقت، آن موحد ہیچ زائد نیست کہ للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ واین زیادت اشارت بذات واجب باشد

چو ممکن گرد امکان برفشاند بجز واجب دگر چیزے نماند

یا مراد از "الف" ہماں "حسنیٰ" باشد و مراد از "زائدہ" ہمیں زیادۃ کہ در آیہ مذکور است چنانکہ در بیت اشارت کردہ

ورائے حسن بر روئے تو چیز است کہ آنرا کس نمی داند چہ نام است

(التوجیہ الثانی) نون عبارت از ماہی است و مراد از ماہی صفت تشنگی او است یعنی این موحد چنان تشنۂ آب معرفت است کہ چندانکہ دریاء ذات احدیۃ از پیش او افزون تر است تشنگی او بر کمال تر است

عشقے بکمال دلبر بائی بکمال دلبر زسخن زبان زگفتن شد لال

زین نادرہ تر کجا بود ہرگز حال من تشنہ و پیش من بسے آب زلال

قولہ وزن الفعل مقام نہم دانستن وزن فعل است یعنی دانستن آنکہ ہر فعلے را از افعال نیک و بد در میزان اعمال چہ وزن است وہمچنین نتائج اعمال و مقادیر افعال و تشخص آنرا بمکاشفات باطنی دانستن چنانچہ صاحب شریعت ما صلی اللہ علیہ وسلم میدانست کہ دو رکعت نماز را چہ مقدار[1] ثواب است و یک روز صوم چہ ثمرہ دارد ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کنز من کنوز الجنۃ چرا بود۔ ہر کہ صد بار سبحان اللہ وبحمدہ بگوید جملہ گناہان او چرا محو شود و در شبانروزے پنج وقت نماز چرا باید کرد، و اگر نمازے از

---

[1] در اصل منقول عنہ بجائے "مقدار"، "منکفر" است

کسے فوت شود چہ مقدار عقوبت را مستحق گردد، و در جملہ سال چرا یک ماہ روزہ باید داشت، و بعد از حولان حول از بیست دینار نیم دینار چرا مستحقا باید داد، و مستحقان کیستند و چرا ہشت صفت اند، و شب قدر چرا بہ از ہزار ماہ بود، و روزۂ روز عرفہ چرا مکفر گناہ دو سالہ باشد، و درین مقادیر و اوزان چہ حکمت است و مناسبت این اعمال با سعادت آخرت چیست، ما د ہر عملے را نیک و بد چہ نتیجہ ایست، و چگونہ متشخص میشود در روضہ و قبر و قصر و جنت و نور و نار و مار و کژدم و حفرۂ ظلمت و غیر ذلک بعینہا اعمال و اخلاق او است کہ متشخص می شود۔ انما ھی اعمالکم ترد الیکم و این از غرائب عالم مکاشفات است۔ ببضاعت عقل درین معانی تصرف نتوان کرد چہ معرفت او بر نور دیگر موقوف است اشراق آفتاب محمدی باید و گرنہ پیدا است، کہ بچراغ عقل چہ کشاید

آفتابے بباید انجم سوز　　　بچراغ تو شب نگردد روز

و طائفۂ را از کمل اولیا را از اذواق او صلی اللہ علیہ وسلم نصیب است و خلفا و ورثہ و اخوان حضرت رسالت صلی اللہ علیہ وسلم علی الحقیقۃ ایشانند، و اشواق الی اخوانی من بعدی اشارت باین طائفہ مخصوص است، و عبارت از روز ہمایون ایشان اینست

جنگ در حضرت خدائے زدہ　　　ہر چہ جز اوست پشت پائے زدہ
خوردہ یک بادہ از کف ساقی　　　آنچہ باقی است کردہ در باقی

تمت شرح الکافیۃ الی المرفوعات فی علم التصوف۔ بتاریخ پانزدہم شہر جمادی الثانی مرقوم گشت

محمد عبد الرشید نعمانی ۲۱ محرم ۱۳۸۷ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکتوب عبدالواحد ابراہیم بلگرامی بجانب خدمت شیخ اللہ داد دانشمند مفتی ساکن خطۂ لکھنؤ

من کان یرید حرث الآخرۃ نزد لہٗ فی حرثہٖ قومے کہ عمل بر حدیث الدنیا مزرعۃ الآخرۃ دارند یعنی بر کشت زار افسردہ تخم محبت خداوندی می کارند، بارانِ ایشاں فیض عنایت است، وحاصلات ایشاں خرمن ہدایت، ثمراتِ ایشاں احوال محبت، وسنبلات ایشاں مقاماتِ معرفت، زمین قلوب بر شاں پاک، وساحتہاء اعمال صالحہ بر افلاک، والبلد الطیب یخرج نباتہ باذن ربہ والذی خبث لا یخرج الا نکدا۔ حالات بواطن شاں قوی است وحرکات قلوب شاں معنوی وتری الجبال تحسبہا جامدۃ وھی تمر مر السحاب جنید قدس سرہٗ[1] معنی ایں آیۃ فرمود کہ اولیاء بر سر حد رسوم و معاملات واقف اند وخلق از حرکاتِ بواطن شاں خبر ندارند کہ ہر زماں عالمے طے می کنند، چہ ہر ذرۂ از ذرات اکوان ایشاں[2] بحکم وان من شئ الا یسبح بحمدہٖ متحرک است، پس ہمیشہ بباطن در حرکات معنوی ہستند۔

دمے از سر خوشی در عالم ناز | شدہ چوں شاطرانِ گردن افراز
گہے از روسیاہی رو بدیوار | گہے از سر خروئی بر سر دار
گہے اندر سماع شوقِ جاناں | شدہ بے دست وپا[3] چوں چرخ گرداں
بہر نغمہ کہ از مطرب شنیدہ | برو وجدے ازاں عالم رسیدہ
سماع اے جاں نہ آخر صوت وحرف است | کہ در ہر پردۂ سر شگرف است

۱۔ دراصل منقول بجائے "در" "درین" است

۲۔ دراصل منقول عنہ چنیں است "چہ ہر ذرۂ از ذرات اکوان بحکم وان من شئ الا یسبح بحمدہ متحرک ایشان است"

۳۔ دراصل منقول عنہ "شدہ بے باد چوں چرخ گرداں"

روی همت از نفس طاغوت تافته و مزابل شهوات را از دل کافته چنین طائفه را رقص و سماع مسلّم باشد

رقص وقتے مسلّمت باشد　　کآستین بر دو عالم افشانی

اما رقاصان در بساط زمانه کم اند، و این غواصان در بحار دهر نایاب

نطع پُر از زخمه و رقاص نه　　بحر پُر از لولوٌ و غواص نه

این اهلیت درین زمانه مفقود است و این قابلیت درین وقت معدود

غواصان را اگرچه بیمے نبود　　در هر صدفے درّ یتیمے نبود

در عمر بنا در آنچنان می افتد　　وان دولت هر سیه گلیمے نبود

هیهات آفتاب سعادت بمغرب رسید و عیار حقائق دینی بگردید، و مکارم اخلاق مندرس شد، و معالم صحبت منطمس گشت

ذهب الذین یعاش فی اکنافهم　　وبقیت فی خلق کجلد الاجرب

بیشتر یاران اخوان العلانیة شده اند۔

کمترین علامات اهلیت آن باشد که اگر اهل سماعے را گویند که تو نااهلی و ترا سماع سرود درست نیست چون ازین سخن و از امثال آن برنجد و تفاوتے در باطنش رسد و یا تغیر بر ظاهرش ظاهر گردد بالیقین دانند که نااهل است و او را سماع[1] و رقص حرام است

سماع اے برادر بگویم که چیست　　اگر مستمع را بدانم که کیست

و اگر بجهت ثبوت اهلیت خویش بحجة پیش آید اقرار کرده باشد بر نااهلیت خویش[2] که من مدح نفسه فقد ادی زکوٰة حمقه۔ قال ابوحفص عمر قدس سره فی معنی قوله تعالےٰ ونزعنا ما فی صدورهم من غلّ کیف یبقی الغل فی قلوب ائتلفت بالله واتفقت علی محبته واجتمعت علی مودته وانست بذکره لان تلک قلوب صافیة من هواجس النفوس وظلمات الطبائع بل کحلت بنور التوفیق فصارت اخواناً

اینجا اگر شکایت از اهلیت و نااهلیت زمانه بنویسیم دفترے شود

اے فسق و فجور کار هر روزهٔ ما　　وائے پُر از حرام کاسه و کوزهٔ ما

می خندد روزگار و می گرید عمر　　بر طاعت و بر نماز و بر روزهٔ ما

۱۔ در اصل منقول عنه "استماع" است

۲۔ در اصل منقول عنه "خویش را" است

فاما مرا با آں خدمت سخنے است با حسن اخلاص و محبت نہ بدخوئی و بحث و حجت، والعیاذ باللّٰہ منہا۔ و آں آنست کہ بتواتر خبر مسموع گشتہ کہ ملازمان را در سماع و رقص انکار است و زجر و منع ایں کار، حمل افتاد کہ کارہائے ملازمان بے نیت نخواہد بود۔ و ہر چند خواہند گفت بر صواب خواہد شد، و لیکن اصوب آں می نماید کہ نہ رد کنند و نہ قبول نہ اقرار کنند و نہ انکار، و احتیاط دریں باب بسکوت تصور خواہند فرمود، ایں مسئلہ ایست مختلف فیہ اگر از کلام شیخ ضیاء رسنامی قدس سرہ یا غیرہٗ وجہے دیگر معلوم می شود از کلام حجۃ الاسلام مجتہد امام محمد غزالی قدس سرہ کہ از احیاء و غیرہ نبشتہ وجہے دیگر حاصل می شود، و آں خدمت از ما بہتر می دانستہ باشند نبشتن تحصیل حاصل است بعضے ترک کردہ اند و بر عدم اتیان آں اہتمام نمودہ کہ مسئلہ کہ میان جواز و ناجواز دائر است آنجا ترک اولے زیراکہ ترک جائزے جائز باشد و اتیان ناجائزے ناجائز[1]، اما آتی را منع ہم نکردہ اند کہ عمل بر روایتے دارد، و بعضے مباحٌ لاہلہ گفتہ اند و اہلیتہ شرط گرفتہ، و ہمچنیں سخن دریں باب بسیار واقع شدہ است، فاما اگر سوداز دۂ رسوا، تبہ کارے پُر ہوا، سیاہ دلے فرسودہ، گریبان چاکے دامن آلودہ، دردمندے نامراد، از منزلِ آخرت بے زاد، ناہموارے نفس پرست، مغرورے از شراب غفلت مست، ناگاہ از شنیدن سازے و یا از استماع خوش آوازے معصیتہائش یاد آید و فریاد بر آرد، و اشک ندامت از دیدۂ عبرت ببارد، و بتاسف ایام بطالت گریہا کند، و دستہا افشاند و مضطرب گردد، و حرکتہا بر اند با او نتواں گفت کہ تو مصر معصیت باشی و تخم جرائم می پاشی، ایں نالہ و فریاد تو بی سازیست و ایں گریہ تو ممنوع و ناجواز کہ او بوسیلہ جاروب آوازے از صحن دل خاشاک جرائم را می روبد، و حلقۂ مغفرت می زند، و در رحمت می کوبد۔ چگونہ مانع و زاجر تواں بود دمعۃ من دموع العاصین تطفیٔ غضب الرب تعالیٰ وان اللّٰہ تعالیٰ یحب کل قلب حزین

سیاہ نامہ تر از خود کسے نمی بینم چگونہ چوں قلمم دود دل بسر نرود

آرے نہ ہر گریہ گریۂ ندامت باشد و نہ ہر توبہ توبۂ استقامت

نقد صوفی نہ ہمہ صافی و بے غش باشد اے بسا خرقہ کہ شائستہ آتش باشد

پس اگر آں گریہ و اضطراب از وے بر وجہ تلبیس و کذب است آنگاہ نیز در حدیث فان لم تبکوا فتباکوا داخل خواہد بود

۱۔ لفظ "ناجائز" در اصل منقول عنہ ساقط است

چوں تو بہ نکردی از گناہے　　بارے کم ازاں کہ می کن آہے

وہرچند اہلیت دریں زمانہ عزیز است لیکن حکم بر اہلیت و نا اہلیت با کسے بقطع کردن نشاید چہ آں از صفات قلوب است و بر عیوب قلوب بجز علام الغیوب مطلع نیست۔ وہرچند اہلیت و نا اہلیت را علاماتِ ظاہری ہم نیست لیکن بعلامات ظاہری در غور تحقیق نتواں رسید۔ حکایت منظوم کہ مولانا جلال الدین رومی فرمود مناسب سیاقِ کلام می نمود

دیدہ موسیٰ یک شبانے رابراہ　　کو ہمی گفت اے خدا و اے الہ

تا آخر حکایت در مثنوی باید دید حظے متوافر می بخشد۔ پس احتیاط دراں باشد کہ بحکم ظنوا بالمومنین خیراً زبانِ اعتراض از ہمہ باز کشند و بر مکنوناتِ دل حکمے نکنند۔ کما روی ان داؤد النبی علیہ السلام استقبل السکینۃ بالرقص فقالت لہ زوجتہ اترقص و انت نبی فقال لہا اتحکمین علی قلبی و انت طالق کہ اگر مستمع نیک مردے و اہل باشد او را نا اہل و زشت پنداشتن زشت بود، و اگر از نا اہل بحسن ظن در گذرند ہیچ وبال نبود بلکہ در زمرۂ ستودگان الآیۃ واذا مرّوا باللغو مرّوا کراماً داخل گردند۔ وحسن ظن از مکارم اخلاق اسلام است۔ پس سکوت دریں جا بہتر می نماید۔

وشک نیست آوازہائے خوش از جملہ نعمتہاء الٰہی است و بنفسہ محمود است زیرا کہ از صفات داؤد نبی علیہ السلام است و صفات انبیاء ہمہ محمود باشد، وہر کہ صفتے از صفات انبیاء علیہم السلام بد گوید و یا زشت پندارد معلوم است کہ شریعت بروے چہ حکم می کند پس حسن صوت بنفسہ محمود است و یکے از عطیات خداوندی است قولہ تعالیٰ یزید فی الخلق ما یشاء و ہو الصوت الحسن۔ و قرآن خواندن بالحان بالاجماع مستحب گفتہ اند بحکم حدیث چنانکہ خواجہ ابوالنجیب عبدالقاہر سہروردی قدس سرّہ ایں روایت در آداب المریدین نبشتہ است۔ واز ذوالنون مصری قدس سرّہ نقل کنند کہ او گفت الاصوات الطیبۃ مخاطبات و اشارات الہیہ استودعہا عند کل طیب وطیبۃ۔ با جنید قدس سرّہٗ گفتند کہ سبب چیست شخصے آرامیدہ با وقار گاہ آوازے می شنود و اضطراب و قلق در نہادش می افتد و حرکات نامعتاد می راند گفت حق سبحانہ و تعالیٰ در ازل با ذرّیات آدم علیہ السلام خطاب الست بربکم کردہ بود حلاوت و عذوبت آں خطاب در مسامع ارواح ایشاں بماندہ است لاجرم ہر گاہ کہ آوازے خوش بشنوند لذات آں خطاب بیاد شاں آید و بذوق آں در حرکات آیند

الست ازل ہمچناں شاں بگوش　　بفریاد قالوا بلیٰ در خروش

اینجا آں نکتہ معلوم گردد کہ گفتہ اند حسن صوت در دل سامع چیزے نمی اندازد بلکہ آنچہ در دل است

حضرت سید عبدالقادر گیلانی قدس سرہ فرمودہ اند رائت الارواح کانها یرقصون فی قوالبهم
آنزا می جنباند
بعد قوله الست بربکم اینجا آں نکتہ معلوم گردد کہ سرود را قوت روح گفتہ اند

چہ خوش باشد آواز نرم و حزیں بگوش حریفاں مست صبوح
بہ از روئے زیبا است آواز خوش کہ آں حظ نفس است و ایں قوت روح

فاما استحضار قوالاں و اجتماع از بہر سماع اگرچہ بدعت است و در عہد رسول علیہ السلام و صحابہ و
تابعین نبود رضی اللہ عنہم مزاحم سنتے نیست پس مذموم نباشد، و مشائخ متاخرہ رضی اللہ عنہم آنرا مستحسن
داشتہ اند کہ مشتمل است بر فوائد۔
و از جملہ فوائد سماع یکے آنست کہ کلالتے و ملالتے کہ طالبان را در طلب واقع شود و قبضے و یا سے
کہ طبعاً پیدا آید مشائخ متاخرہ رضی اللہ عنہم بہر دفع ایں عارضہ ترکیبے روحانی از سماع اصوات حسنہ و الحان
متناسبہ و اشعار مشوقہ بروجہے کہ مشروع باشد نہادہ اند و طالبان را بر تناول آں بوقت حاجت رخصتے
دادہ تا کلالت و ملالتے طبعی مرتفع شود و باز از سر شوق جدید رو بمعاملات آرند۔
آرے چنانکہ در سماع فوائد بسیار است مذلتها نیز بے شمار است چنانکہ ابوالقاسم نصرابادی را قدس
سرہ گفتند کہ انک مولع بالسماع فقال نعم هو خیر من ان تقعد و تغتاب الناس فقال له ابو عمر الجنید
قدس سرہ هیهات یا ابا القاسم زلة فی السماع شر من کذا و کذا سنة تغتاب الناس۔ پس اگر فوائد
سماع را با آفات آں مقابلہ کنیم دفع آں آفات لازم آید، و از امکان وقوع آں ترک سماع واجب نگردد۔
زیرا کہ خیر الاعمال کہ نماز است در حق بعضے سبب فلاح است قولہ تعالیٰ قد افلح المومنون الذین هم فی
صلوٰتهم خاشعون و در حق بعضے موجب ویل قولہ تعالیٰ فویل للمصلین الذین هم عن صلوٰتهم ساهون۔
پس با وجود احتمال وقوع سہو و غفلت کہ موجب ویل است ترک صلوٰۃ جائز نبود بلکہ ترک سہو و غفلت لازم
باشد کذالک السماع۔ و مقصود کل در نماز حضور دل است پیش حق سبحانہ لا صلوٰۃ الا بحضور القلب
پس اگر حضور در سماع میسر شود از نماز بے حضور بسے بہتر باشد لعن اللہ جسداً قائماً بین یدی اللہ لیس
معه قلبه۔ از جنید قدس سرہ پرسیدند ما تقول فی السماع فقال کل ما یجمع العبد بین یدی اللہ فهو
مباح

اگر در مسجدی و در خرابات ازاں محراب ابرو رو مگرداں

جوان مردان بزرگانے کہ سر ذرہ تجاوز و تخالف از متابعت سنت روا نمی داشتند و سالکانے کہ
دمے شوق و ذوق و محبت و ذکر و فکر حق سبحانہ فرو نمی گذاشتند و در طلب رضاء حق تعالیٰ باقصی المراتب

علم برافراشتند کہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ. دقت اسرار شریعت و غموض آثار طریقت ایشان نیکو تر
دانستہ و دریافتہ بودند، حرکات و سکنات ایشان بے پناہ شریعت ہرگز نخواہد بود و بسیارے از
ایشان در سماع جان دادہ اند. پس حمل نتوان کرد کہ آخر ایشان بر مناہی و محظورات جان دادند کہ ہمت
ایشان مصروف جز برضا و تسلیم نیست و مدعاء ایشان جز صدق و تعظیم نہ. غایۃ ما فی الباب دریں زمانہ
شوم کہ رائحہ راستی غیر مشموم است اگر کسے بر ہیچ یا مدبراں زجر و توبیخ کند حق بجانب او باشد و بحقیقت
نیک خواہد تا ہم بود چہ مخلص ترین برادراں آں باشد ان رای منک سیئۃ اذاعہا و ان رای منک
حسنۃ دفنہا. پس باید کہ آنچہ بالاتفاق محظور است چنانکہ خندہ قہقہہ و غیبت و ایذاء و کبر و عجب و
حسد و حقد و فخر و حب جاہ و طلب صدارت و تحقیر مسلمانے و امثال ذلک مما لا یعد تحت ما را ازانہا
بشوید و آنچہ در دین مہم تر است چوں صدق و اخلاص و خلوص نیت و علم معاملہ بندہ با خدائے تعالے و علم
نجات آخرت و طریق مراقبہ نعمائی[1] حق تعالی و ریاضت و عبادت و امثال ذلک مما لا یحصے ازاں با ما و عظے
گوید آنگاہ در مسئلہ کہ مختلف فیہ است زاجر و مانع آید، و راہ انصاف آنکہ اول خود منصف بداں صفت
گردد کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون امام نوری قدس سرہ را پرسیدند کہ مردم کجا سزاوار گردد تا مر
خلق را پند دہد گفت وقتے کہ وے از حق تعالے فہم کند. نقل است کہ روزے ابوالحسن نوری قدس سرہ جنید
را قدس سرہ بر منبر دید گفت یا ابا القاسم خداوند تعالے از عالم[2] بعلم او را راضی نگردد تا او را اندر آں علم نہ بیند
پس اگر تو بر علم خود کار مے کنی لازم گیر ایں مقام را و اگر نہ از منبر فرود آئی جنید قدس سرہ در حال فرود آمد و تا
یک ماہ با خلق سخن نگفت و از خانہ بیروں نیامد پس بیروں آمد و گفت اگر بمن نرسیدہ بودے کہ حضرت
رسالت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ است کہ در آخر زمان پیشواء قوم خوار ترین ایشان باشند ہرگز بشما نگفتمے.
اینجا گفتہ اند کہ از جنید قدس سرہ اقرار است بر تقصیرات خود یعنی اگرچہ در مراعات حق علم راست نیستم بارے
اندر اقرار بر تقصیرات آں راست باشم سبحان اللہ والحمد للہ تا آخر.

تمت تمام شد

۱۔ در اصل منقول عنہ چنیں است " و طریق مراغبۃ نیموی حق تعالی "

۲۔ در اصل منقول عنہ " علم " است